ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

بچوں کا اسلام

587 اتوار 15 ذیقعدہ 1434ھ مطابق 22 ستمبر 2013ء

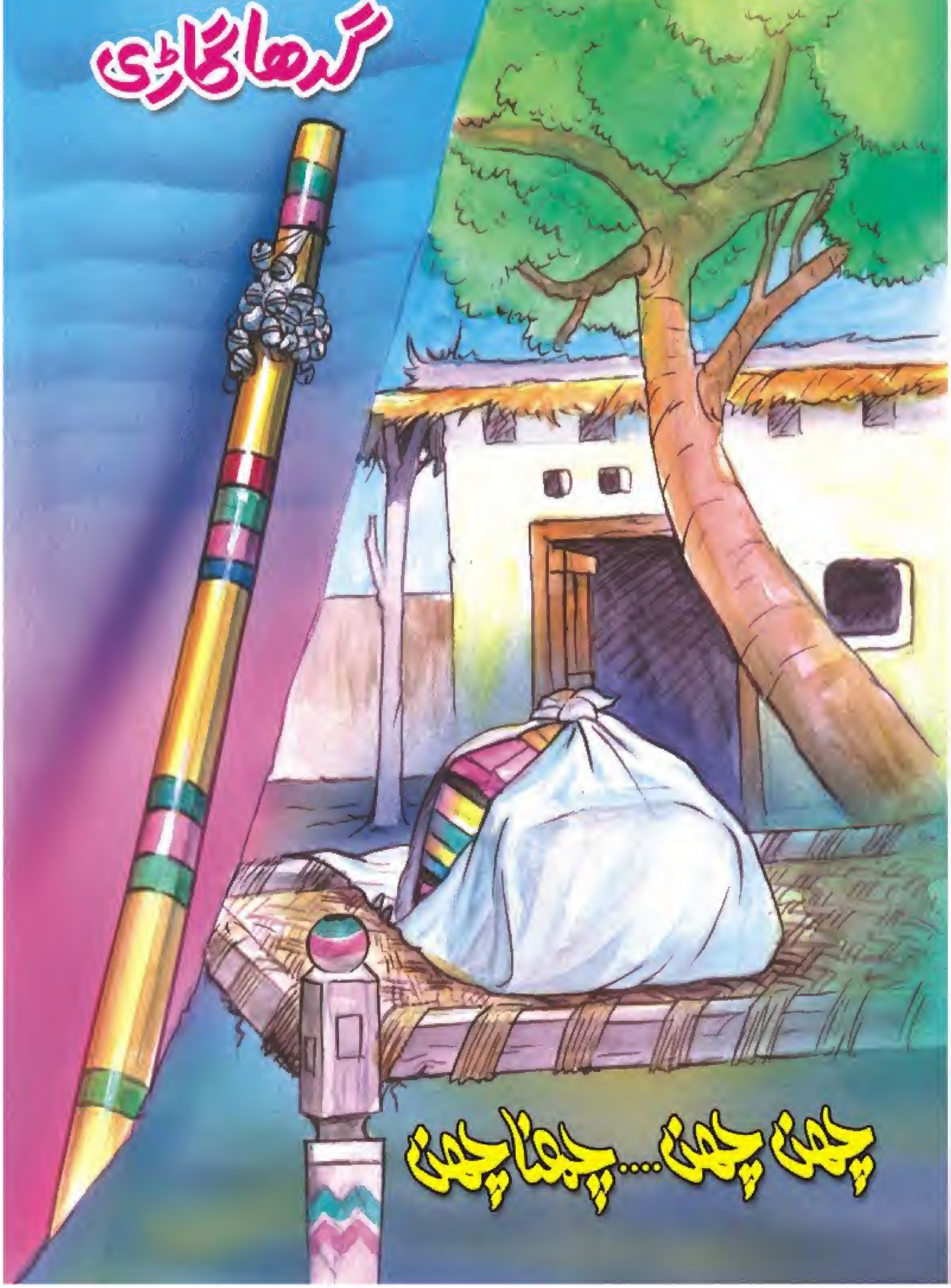

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

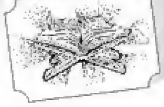

کوشش کرو

ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تین شخص

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
”مجھ پر تین شخص (یعنی تین طرح کے شخص) پیش کیے گئے (یعنی دکھائے گئے) جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے (1) شہید (2) حرام سے بچنے والا (3) سوال نہ کرنے والا اور وہ غلام جو اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہے اور اپنے مالکوں کی خیر خواہی کرتا ہے۔“

آج کے دور میں ملازم سمجھ لیں۔

دو باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

بچوں کا اسلام اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت مالا مال ہے... اس کی مالا مالی دیکھ کر تو جی چاہتا ہے... اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی بالکل اسی طرح مالا مال کر دے... آپ تو فوراً آمین کہہ بیٹھے ہوں گے... خیر کوئی بات نہیں، آمین کہنا تو اچھی بات ہے... ہر اچھی بات پر شوق سے آمین کہا جاسکتا ہے... کہا جاسکتا ہے یا نہیں... بلکہ میں تو کہتا ہوں ثم آمین کہا جاسکتا ہے... بلکہ کہنا چاہیے...

اس سے پہلے کی دو باتیں یہیں کہیں، یعنی آمین اور ثم آمین کے آس پاس اٹک کر رہ جائیں اور آپ برے برے منہ بناتے نظر آئیں... میں کنی کترا کر بچ نکلنے کی کوشش کرتا ہوں... کیونکہ درویش کی صدا یہی ہے... ایک تو یہ درویش موقع بے موقع درمیان میں آٹپکتا ہے... درویش نہ ہوا... چہار درویش ہوگیا...

آپ نے دیکھا... اسے کہتے ہیں، آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا... آمین اور ثم آمین کے کوچے سے نکلے تو درویش صاحب آڑے آگئے... لگتا ہے، اسے بھی اب آڑے ہاتھوں لینا پڑے گا... خیر یہ کام پھر کبھی سہی... اس وقت اس وقت کی دو باتیں کی بات کر لی جائے...

ہاں تو میں کہہ رہا تھا... بلکہ نہیں... لکھ رہا تھا... بچوں کا اسلام الحمدللہ بہت مالا مال ہے... آپ خود بھی اعتراف کرتے نظر آئیں گے اور ہاں میں سر ہلاتے نظر آئیں گے کہ ہاں واقعی یہی بات ہے... آپ بس کہیں سر ہلاتے ہلاتے سر دھننے نہ لگ جایئے گا... کیونکہ اس طرح آپ دور نکل جائیں گے اور دو باتیں آپ سے کہیں پیچھے رہ جائیں گی...

پہلی بات تو مالا مال ہونے کی ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کا اسلام کو بے تحاشہ قارئین دیے ہیں... بچوں کا اسلام کی زیادہ سے زیادہ تعداد اشاعت اب تک میری معلومات کے مطابق ایک لاکھ اکتیس ہزار ہے... اور میری معلومات غلط بھی ہوسکتی ہیں... اس لیے ہم کہ سکتے ہیں... کم وبیش ایک لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے... اب حساب لگایا جائے تو ایک شمارہ ایک ہی قاری نہیں پڑھتا... ایک رسالے کو کم از کم پانچ یا چھ قارئین تو ضرور پڑھ لیتے ہیں... کیونکہ ہر گھر میں ایک ایک قاری تو رہتا نہیں... اس کا مطلب ہے، الحمدللہ پانچ چھ لاکھ لوگ بچوں کا اسلام پڑھتے ہیں... یہ محتاط اندازہ ہے... اگر میں غیر محتاط ہوجاؤں تو دس لاکھ بھی کہ سکتا ہوں... لیکن آپ جانتے ہی ہیں، میں ذرا محتاط ہی قسم کا آدمی ہوں... خیر تو آپ نے اب تک اپنا سر ہلانا شروع کیا یا نہیں... میرا مطلب ہے... بچوں کا اسلام اس لحاظ سے مالا مال ہے یا نہیں... ہوسکتا ہے... کچھ حسد کرنے والے کہ اٹھیں... لو جی! یہ بھی کوئی مال دار ہونے والی بات ہے... لیکن مخلص قارئین ضرور میری بات سے اتفاق کریں گے بلکہ پرجوش اتفاق کریں گے... چلیے ایک لحاظ سے تو بچوں کا اسلام کی مال داری ثابت ہوگئی... اب چلتے ہیں ایک اور مال داری کی طرف... دیکھیے اللہ تعالیٰ نے بچوں کا اسلام ایسے لوگوں کے ذریعے شروع کرایا ہے... بلکہ لوگوں کے بجائے ایسے حضرات لکھنا چاہیے... کہیں وہ برا نہ مان جائیں کہ اب یہ ہمیں ”لوگوں“ لکھ رہا ہے... ہاں تو اللہ تعالیٰ نے بچوں کا اسلام ایسے حضرات کے ذریعے شروع کرایا ہے... جو دین کے لحاظ سے مالا مال ہیں... پورے کا پورا ادارہ ہی عالم فاضل لوگوں سے بھرا پڑا ہے... تو اس لحاظ سے بھی اس کی مال داری ثابت ہوگئی یا نہیں... اوہو ارے... یہ کیا... دو باتیں کا صفحہ تو پورا ہو چلا ہے... خیر کوئی بات نہیں... اس بار کی دو باتیں قسط وار سہی... میرا مطلب ہے... دو باتیں کا باقی حصہ آیندہ ہفتے... جی ہاں اور کیا... اب آپ مسکراتے مسکراتے اچانک برے برے منہ بنانے لگے ہوں گے... لیکن کیا کیا جائے... مجبوری ہے...

والسلام

سالانہ زرِ تعاون اندرونِ ملک: 600 روپے، بیرونِ ملک: 3700 روپے

خط کتابت کا پتہ

”بچوں کا اسلام“ دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983

بچوں کا اسلام انٹرنیٹ پر بھی: www.dailyislam.pk ای میل: bkislam4u@gmail.com

فضل دین

فضل توازل سے پھرتیلا تھا۔ چابک دستی سے کام کرنا اُس کی گھٹی میں پڑا تھا۔ اُس کے پاس گاہکوں کا اتنا رش ہوتا تھا کہ چاہیے تو یہ تھا کہ دو تین ملازم رکھتا، تاکہ اُس کے کام میں آسانی ہوتی، لیکن وہ اکیلا ہی ان سب کو مختصر وقت میں نمٹاتا چلا جاتا۔ اس وقت بھی مَلک صاحب تیزی سے حرکت کرتے اس کے ہاتھوں کو دیکھ رہے تھے۔ اسی ہنگامے میں اُس کی نظر بھی مَلک صاحب پر جاپڑی۔ ''مَلک صاحب! السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام!'' مَلک صاحب مسکرا دیے۔

''جی حکم! مَلک صاحب۔'' فضل دین کے ہاتھ اپنے کام میں مصروف تھے۔

''مٹر کیا بھاؤ ہیں؟'' مَلک صاحب نے پوچھا۔

''130 روپے کلو مَلک صاحب۔'' فضل دین پیاز تولتے ہوئے بولا۔

مَلک صاحب کی آنکھوں کے آگے تو اندھیرا سا چھا گیا۔ وہ حسرت بھری نظروں سے اُسے تکنے لگے۔ پھر بولے: ''کچھ تو حیا کرو یار۔''

فضل دین کے ہاتھ رک گئے۔ وہ مَلک صاحب کے چہرے کی طرف دیکھ کر بڑے اطمینان سے بولا:

''اس بات کا جواب ابھی آپ کو نہیں دے سکتا مَلک صاحب، آپ ابھی واپس چلے جائیں، شام چار بجے آ ئیے گا۔''

مَلک صاحب کچھ دیر اُسے دیکھتے رہے اور پھر کچھ نہ سمجھتے ہوئے اپنی بائیسکل پکڑی اور گھر کی راہ لی۔

O

فضل دین مَلک صاحب کا دوست ہی نہیں بلکہ کلاس فیلو بھی تھا۔ بچپن میں دونوں ایک کلاس میں پڑھا کرتے تھے۔ پھر بڑے ہو کر فضل دین نے اپنے باپ کا کاروبار سنبھال لیا اور مَلک صاحب تعلیم حاصل کرنے میں مصروف رہے۔ وہ اکثر اُسی کی دکان سے سبزی لیا کرتے تھے۔ مُلک پر فوجی راج مسلط تھا۔ لال مسجد کے سانحہ کے بعد مُلک میں مہنگائی کا طوفان حملہ آور ہو چکا تھا۔ عوام کی قوتِ خرید بری طرح متاثر ہو چکی تھی۔ خریدار چیز کی قیمتیں سن کر سوچ میں پڑ جاتا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ مَلک صاحب بھی اسی کیفیت سے دو چار ہو گئے تھے۔ بہر حال وہ شام چار بجے دوبارہ اسی کے کہنے پر اُس کی دکان کی طرف چل پڑے۔

O

فضل دین سودا تولنے میں مصروف تھا۔ فارغ ہوا تو مَلک صاحب پر اس کی نظر پڑی، بولا: ''جی مَلک صاحب فرمایئے۔''

''بھئی تم نے چار بجے آنے کا کہا تھا۔ سو میں آ گیا ہوں۔'' مَلک صاحب گویا ہوئے۔

نورالامین۔ میاں چنوں

''اچھا تو آپ صبح والی بات دہرائیں ذرا۔'' فضل دین نئے آنے والے گاہک کو فارغ کرنے میں لگا ہوا تھا۔

مَلک صاحب بولے: ''میں نے مٹر کا بھاؤ پوچھا تھا۔ تم نے 130 روپے کلو بتایا۔ میں نے کہا تھا کہ بھئی کچھ تو حیا کرو، تم نے کہا تھا کہ میں ابھی آپ کو اس بات کا جواب نہیں دے سکتا۔ آپ شام چار بجے آ ئیے گا۔'' اتنے میں فضل دین گاہک کو نمٹا کر فارغ ہو گیا۔

''جی مَلک صاحب، تو آپ کو مٹر لینے ہیں، یہ لیں شاپر، جتنے آپ کو لینے ہیں، اس میں ڈال دیں، میں تول دیتا ہوں۔ آپ جس ریٹ پہ چاہیں گے، اُسی ریٹ پر آپ کو دے دوں گا۔'' فضل دین شاپر پکڑاتے ہوئے بولا۔

مَلک صاحب نے اُس کی فراخ دلی کی داد دیتے ہوئے شاپر پکڑا اور اُس ٹوکرے پر نظر ڈالی جہاں صبح مٹر دیکھے تھے، لیکن وہ ٹوکرا خالی نظر آیا، انھوں نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی اور پھر حیرت سے بولے: ''ہائیں! یہ کیا! مٹر ختم ہو گئے کیا؟''

''جی... اور یہی آپ کی بات کا جواب ہے۔'' فضل دین نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''کیا مطلب؟'' مَلک صاحب نے ایک دفعہ پھر سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''آپ بتائیں مَلک صاحب! مہنگائی ہم نے کی ہے یا آپ لوگوں نے؟'' فضل دین نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، اگر آپ کے کہنے کے مطابق مہنگائی ہم لوگوں نے کی ہے یا اگر واقعی مہنگائی ہے تو پھر چاہیے تو یہ تھا کہ میرے مٹروں کی ایک پھلی بھی نہ بکتی، سارے مٹر بچے رہتے۔ رات کو گل سڑ کر خراب ہوتے تو اگلے دن میں اسے 80 روپے بیچنے پر مجبور ہو جاتا، لیکن آپ نے دیکھا کہ ایک پھلی بھی باقی نہیں بچی تو میں کل 150 روپے کے حساب سے نہ بیچوں گا تو اور کیا کروں گا۔ مہنگائی ہم نے نہیں کی مَلک صاحب، آپ لوگوں نے کی ہے۔''

مَلک صاحب لاجواب ہو کر اس کے چہرے کو دیکھنے لگے۔ آخر ناچار آلو پالک خرید کر خاموشی سے گھر کو چل دیے۔

اگلے دن مَلک صاحب سبزی لینے پھر فضل کے پاس پہنچے۔ سلام کر کے وہ وہاں کھڑے ابھی سبزیوں پر نظر ڈال رہے تھے کہ ایک نوجوان موٹر سائیکل پر آ پہنچا اور بولا: ''فضل دین! مٹر کیا بھاؤ دے رہے ہو؟''

''150 روپے کلو بابو جی۔'' فضل دین نے جواب دیا۔

''اچھا دو کلو تول دینا، لیکن ذرا جلدی۔'' نوجوان نے کہا۔

''ابھی لیں بابو جی۔'' فضل دین معنی خیز نظروں سے مَلک صاحب کو دیکھ کر مٹر تولنے لگا۔

مَلک صاحب تو سوچوں میں گم وہیں کھڑے رہ گئے اور موٹر سائیکل والا مٹر لے کر یہ جا اور وہ جا!

کام نہ ہوگا

جس ٹھیلے پر آم نہ ہوگا
مجھ کو اس سے کام نہ ہوگا

دیکھ کے دوں گا دل کو تسکیں
جیب میں بھی جب دام نہ ہوگا

خاص نگاہیں ہوں گی خیرا
جب دیدارِ آم نہ ہوگا

آم کی طاقت کا ہمسر تو
پستہ کیا بادام نہ ہوگا

کام چلے گا کیسے اپنا
آم جو صبح و شام نہ ہوگا

آم وہ بن جائے گا حجت
جس پہ خدا کا نام نہ ہوگا

شوقِ آم کا حاصل کیا ہے
ذوقِ آم جو عام نہ ہوگا

واضح ہوں گے شعر اثر کے
شعروں میں ابہام نہ ہوگا

اثر جونپوری

عبداللہ فارانی

77

واقعاتِ صحابہ کے

قدم بہ قدم

حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''جب تم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہو تو کیا کرتے ہو؟''

حضرت انس بن مالک ﷛ نے جواب دیا:

''ہم اپنے کسی ساتھی کو کھال کی مضبوط ڈھال دے کر شہر کی طرف بھیجتے ہیں۔''

حضرت عمر ﷛ نے پوچھا:

''ذرا یہ تو بتاؤ کہ اگر شہر والے اسے پتھر ماریں تو اس کا کیا بنے گا۔''

انھوں نے کہا: ''وہ شہید ہو جائے گا۔''

اس پر حضرت عمر ﷛ نے فرمایا:

''ایسا نہ کیا کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ تم لوگ ایک مسلمان کی جان ضائع کر کے ایسا شہر فتح کرتے ہو جس میں چار ہزار جنگ جو جوان ہوں۔''

یعنی ایک مسلمان مجاہد کی جان اس شہر سے اور شہر میں موجود چار ہزار جنگ جو جوانوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے، ایک بار آپ نے فرمایا، میں ایک مسلمان کو کافروں کے ہاتھوں سے چھڑالوں، یہ مجھے سارے جزیرۃ العرب کے مل جانے سے زیادہ پسند ہے۔

O

حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ایسے میں ایک صحابی اٹھ کر کہیں چلے گئے اور اپنی جوتیاں وہیں چھوڑ گئے۔ ایک شخص نے وہ جوتیاں اٹھا کر اپنے نیچے رکھ لیں۔

جب وہ صاحب واپس آئے تو لگے اپنی جوتیاں تلاش کرنے اور پوچھنے لگے:

''میری جوتیاں کہاں ہیں؟''

لوگوں نے کہا: ''ہم نے تو نہیں دیکھیں۔''

وہ کچھ دیر تک تلاش کرتا رہا، آخر جس شخص نے جوتیاں اٹھائی تھیں، اس نے کہا:

''یہ رہیں تمہاری جوتیاں۔''

اس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مومن کو پریشان کرنے کا قیامت کے دن کیا جواب دو گے۔''

اس نے جواب میں کہا: ''میں نے تو مذاق میں چھپائی تھیں۔''

آپ نے اس کی بات کے جواب میں پھر یہی فرمایا:

''مومن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے۔''

آپ نے دو تین مرتبہ یہ بات فرمائی۔ مطلب یہ تھا کہ ایسا مذاق نہیں کرنا چاہیے جس سے دوسرے کو پریشانی ہو، نیز آپ نے فرمایا، مسلمان کو پریشان کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

O

حضور ﷺ میدانِ عرفات میں تھے، آپ کو وہاں سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہونا تھا (حج کے موقعے پر تمام حاجی میدانِ عرفات میں جمع ہوتے ہیں۔ اس میدان میں جمع ہونے سے سب کا حج ہوتا ہے۔ وہاں سے تمام حاجی مزدلفہ جاتے ہیں، جہاں رات بھر ٹھہرنا ہوتا ہے) آپ کو حضرت اسامہ ﷛ کا انتظار کرنا پڑ گیا۔ حضرت اسامہ ﷛ کا انتظار کرنے کی وجہ سے روانگی میں دیر ہوگئی۔ آخر حضرت اسامہ بن زید ﷛ آگئے۔ لوگوں نے دیکھا، وہ نوعمر ہیں۔ ان کا ناک بیٹھا ہوا ہے اور رنگ کالا ہے۔ یہ دیکھ کر یمن کے لوگوں نے حقارت آمیز انداز میں کہا:

''اس لڑکے کی وجہ سے ہم سب کو اتنی دیر تک روکا گیا۔''

حضرت عروہ ﷛ فرماتے ہیں:

''یمن والے اپنے اسی جملے کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہوئے۔''

اس روایت کے راوی ابن سعد نے حضرت یزید بن ہارون سے پوچھا:

''حضرت عروہ جو یہ فرما رہے ہیں کہ اسی وجہ سے یمن کے لوگ کفر میں مبتلا ہوئے تو اس کا کیا مطلب ہے۔''

انھوں نے بتایا:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کے زمانے میں یمن والے جو مرتد ہوئے تھے، وہ حضور ﷺ کے اس رویے کو حقیر سمجھنے کی سزا میں ہوئے تھے۔''

O

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ کے پاس کچھ لوگ آئے۔ ان میں سے جو عرب

تھے، انھیں تو حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ نے دیا اور جو عجمی غلام تھے، انھیں نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پتا چلا تو انھوں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ خط لکھا:

"تم نے ان سب کو برابر کیوں نہ دیا۔ آدمی کے برا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔"

O

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ایسے میں وہ حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنھم سے ملنے کے لیے آئے۔ یہ تینوں حضرات صحابہ کی جماعت میں بیٹھے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا:

"اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن میں ابھی اپنی جگہ نہیں بنائی۔"

مطلب یہ تھا کہ آخر ابھی تک حضرت ابو سفیان کو کیوں قتل نہیں کیا گیا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان حضرات سے کہا:

"تم لوگ یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے بارے میں کہہ رہے ہو؟"

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے ابو بکر! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم نے یہ بات کہہ کر انھیں غصہ دلایا ہے۔ اگر تم نے انھیں غصہ دلایا ہے تو پھر تم نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس ان حضرات کے پاس آئے اور ان سے کہا:

"اے بھائیو! کیا میری بات سن کر تم لوگوں کو غصہ آیا تھا۔"

ان حضرات نے کہا: "نہیں! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔"

O

عبداللہ نامی ایک صاحب نے شراب پی لی۔ یہ صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے، یعنی ہنسی مذاق کی باتیں کیا کرتے تھے کہ آپ کو ہنسی آجاتی تھی۔ آپ نے انھیں شراب نوشی کی وجہ سے کوڑے لگوائے۔ انھیں پھر ایک دن لایا گیا، کیونکہ انھوں نے پھر شراب پی لی تھی۔ آپ نے پھر انھیں کوڑے لگوائے۔ ایسے میں ایک شخص نے یہ کہہ دیا:

"اللہ اس پر لعنت بھیج (اسے شراب پینے کے جرم میں) بار بار لایا جاتا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر فرمایا:

"ان پر لعنت نہ کرو، اللہ کی قسم! جہاں تک میں جانتا ہوں، یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں۔"

O

ایک صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آبیٹھے اور کہنے لگے:

"اے اللہ کے رسول! میرے چند غلام ہیں، وہ مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میری خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں، اس پر میں انھیں مارتا ہوں، انھیں گالی دیتا ہوں، تو میرا ان کے ساتھ یہ سلوک کیسا ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب قیامت کا دن ہوگا تو انھوں نے جو تمھاری خیانت کی ہوگی، جو نافرمانی کی ہوگی اور جو جھوٹ بولا ہوگا، اس کا حساب کیا جائے گا اور تم نے انھیں جو سزا دی ہوگی، اس کا بھی حساب کیا جائے گا، اگر تمھاری سزا ان کے جرم کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر برابر ہو جائے گا، نہ تمھیں انعام ملے گا نہ سزا اور اگر تمھاری سزا ان کے جرم سے کم ہوگی تو تمھیں ان پر فضیلت ہو جائے گی اور اگر تمھاری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہوگی تو اس زاید کا تم سے بدلہ لیا جائے گا۔"

یہ سن کر وہ صاحب ایک طرف کو ہو کر زور زور سے رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "کیا تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے۔

'اور (وہاں) قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قائم کریں گے اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے۔ سو کسی پر اصلاً ظلم نہیں ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کے عمل کو وہاں ضرور حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔"

یہ سن کر ان صاحب نے کہا:

"اے اللہ کے رسول! مجھے اپنے لیے اور ان غلاموں کے لیے اس سے بہتر کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ میں ان سے الگ ہو جاؤں، اس لیے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب غلام آزاد ہیں۔" (جاری ہے)

جواہرات سے قیمتی

- O اخلاق وہ چیز ہے کہ جس کی قیمت کچھ نہیں دینی پڑتی مگر اس سے ہر چیز خریدی جاسکتی ہے۔
- O شرم کی کشش حسن سے زیادہ ہے۔
- O منہ پر تعریف کرنا گویا ذبح کرنا ہے۔
- O نیکی کرنا کمال نہیں، گناہ چھوڑنا کمال ہے۔
- O گھڑیوں کی پڑتال وقت کو نہیں روک سکتی۔
- O اصل دوست وہ ہوتا ہے جس سے دور رہ کر بھی محبت ہو۔
- O چپ رہنا اس سے بہتر ہے کہ دل کی بات کسی سے بیان کریں۔
- O اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا فانی چیزوں کو دل میں جگہ نہیں دیتا۔
- O خود کو بدلنا مشکل ہے، لیکن دوسروں کو بدلنا مشکل ترین ہے۔
- O عقل جس بات کو چھپاتی ہے، نشہ اسے ظاہر کرتا ہے۔

ارسال کرنے والے...... رفاقت حیات لدوہ۔ یوسف علی پنڈ سلطانی۔

محبت الٰہیہ کتب کا پیکیج

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

مَحبّتِ الٰہیہ

صفحات 374

2 عورت کے بندے
3 فتنہ انکار حدیث
4 بدعات مروجہ
5 نماز میں مردوں کی غفلتیں
6 نفس کے بندے
7 نماز میں خواتین کی غفلتیں
8 اسلام میں ڈاڑھی کا مقام
9 مرض وموت
10 اصلاحِ خلق کا الٰہی نظام

اصل قیمت 750/=

رعایتی قیمت 450/=

منی آرڈر روانہ فرمائیں ڈاک خرچ مفت

کتاب گھر

السادات سینٹر بالمقابل دارالافتاء والارشاد ناظم آباد نمبر 4، کراچی 75600

فون: 021-36688747,36688239

ایکسٹینشن: 211 موبائل: 0305-2542686

تصویر کی دھمکی 3

اشتیاق احمد

"یہ گھوش دوبارہ آ گیا۔"
آصف بڑبڑایا۔

"شاید اسے افسوس ہوا ہوگا کہ تیس ہزار میں ہی کیوں سودا نہ کرلیا۔" آفتاب نے کہا۔

"ہوں! ضرور یہی بات ہے، لیکن ہمیں کیا، آؤ ہم چلیں۔" آصف بولا۔

"لیکن وہ ہماری طرف آ رہا ہے۔" آصف بولا۔

"آ رہا ہے تو آنے دو، ہمیں کیا، ہم یہاں کیوں ٹھہریں، آؤ چلیں۔" آصف نے کسی قدر پریشان ہو کر کہا اور قدم اٹھانے لگا، مجبوراً آفتاب کو بھی اس کا ساتھ دینا پڑا!! اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کم از کم اس کی بات سن لینے میں تو کوئی حرج نہیں تھا۔"

"میں نہیں سمجھتا، اس کی کیا ضرورت ہے۔"

دونوں زینے کے نزدیک پہنچے ہی تھے کہ انھوں نے اپنے پیچھے گھوش کی آواز سنی:

"ذرا سنیے، مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"

"جی فرمایئے۔" آصف نے مڑتے ہوئے کہا۔
اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔ آفتاب نے محسوس کیا، اس کے لہجے کا طنز گھوش سے چھپا نہیں رہ سکا۔

"اس شخص شابو کی باتوں میں نہ آیئے گا، میں نے باہر شیشوں میں سے دیکھا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس نے آپ لوگوں سے وہی معاملہ طے کیا ہے جو مجھ سے کرنا چاہتا تھا۔"

"شاید آپ کا خیال ٹھیک ہو، لیکن جو کام اس کے لیے آپ کرنے کے لیے تیار تھے، اس سے ہمیں کیوں روک رہے ہیں۔" آصف نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تو اس لیے تیار تھا کہ قفل کھولنے کا کام کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا، لیکن آپ لوگ قفل نہیں کھول سکیں گے اور پھنس جائیں گے۔ آپ ابھی بچے ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ آپ پولیس کی گرفت میں آ جائیں۔"

"آپ ہمارے بارے میں پریشان نہ ہوں، شاید آپ کو یہ پریشانی ہے کہ آپ کے تیس ہزار ہاتھ سے نکلنے والے ہیں۔"

"جی نہیں! ایسے گاہک تو مجھے ملتے ہی رہتے ہیں، لیکن میں صرف مصیبت میں گھرے لوگوں کی مدد کرتا ہوں۔ بعض بلیک میلر قسم کے لوگ کچھ لوگوں کا جینا حرام کر دیتے ہیں۔"

"لیکن آپ ایسے لوگوں سے منہ مانگا معاوضہ وصول کرتے ہیں، تب کہیں جا کر انھیں بلیک میلروں کے پنجے سے نجات دلواتے ہیں۔" آفتاب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ میرا پیشہ ہے۔"

"لیکن اب ہم یہی کام مسٹر شابو کے لیے بالکل مفت کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہی تو میں کہتا ہوں کہ آپ اس کام کو نہیں کر سکیں گے۔ آپ ابھی بچے ہیں، پھنس جائیں گے۔"

"تو کیا آپ اب مسٹر شابو کا کام تیس ہزار میں کرنے پر تیار ہیں؟" آصف نے پوچھا۔

"نہیں! پچاس ہزار سے کم میں یہ کام ہو ہی نہیں سکتا، میں تو صرف آپ لوگوں کی بھلائی کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں، میری نیت پر شک نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے، نہیں کرتے شک، آپ بڑی خوشی سے مسٹر شابو سے جا کر بات کر لیں، اگر انھوں نے آپ سے بات کر لی تو ہم ان کا کام نہیں کریں گے۔" آصف نے کہا۔

"آپ میرا مطلب نہیں سمجھے، مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے مسٹر شابو کے پاس جانے کی، جسے ضرورت ہوگی، خود آئے گا، بس آپ یہ کام نہ کریں۔"

"اچھا! آپ فکر نہ کریں، ہم نہیں کریں گے۔"

"یہ عقل مندانہ فیصلہ ہے۔" اس نے خوش ہو کر کہا اور ان سے ہاتھ ملا کر چلا گیا۔

"یار! یہ ہو کیا رہا ہے۔" آصف بڑبڑایا۔

"جو کچھ ہو رہا ہے، تمہارے سامنے ہی ہو رہا ہے، پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔" آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"اچھا تو کاٹ کھانے کو کیوں دوڑ رہے ہو، مرچیں کیوں چبا رہے ہو۔" آصف بھنا اٹھا۔

"تمہاری دونوں باتیں غلط ہیں، ان کا کوئی سر پیر نہیں۔" آفتاب نے لاپروائی سے کہا۔

"باتوں کے سر پیر میں نے آج تک دیکھے بھی نہیں۔" آصف نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"اوہو! بہت اونچا اڑ رہے ہو آج، خیر تو ہے۔" آفتاب نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

اوپر کی منزلوں کے لیے لفٹ کا انتظام تھا، لیکن انھوں نے سیڑھیوں کا رخ کیا تھا اور اب دونوں سیڑھیوں پر تھے۔

"میں سوچ رہا ہوں، اگر شابو کا بیان درست ہے تو سردار ہارون کے باورچی کے قتل کا سراغ بھی لگانا پڑے گا۔"

"تو کیا تمھیں شابو کے بیان پر شک ہے؟"

"اتنا یقین بھی نہیں ہے۔"

وہ کمرے کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔ آصف نے تالے کے سوراخ میں چابی گھمائی۔ تالا کھل گیا، اس نے دروازے کے پٹ دھکیل دیے اور اندر داخل ہوا۔ آفتاب اس سے ایک قدم پیچھے تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے آصف کو اچھلتے دیکھا۔ ساتھ ہی اس کی نظر کمرے کے فرش پر پڑی۔ فرش کے درمیان میں ایک کرسی پر کوئی شخص نہایت اطمینان سے بیٹھا تھا۔ اس کی ایک ٹانگ دوسری پر تھی۔ دونوں بازو کرسی کے بازوؤں پر تھے۔ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔

O

دونوں نے فوراً ہی خود پر قابو پا لیا۔ آفتاب نے چہرے پر پُرسکون مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا:

"ہیلو! آپ کون ہیں جناب اور ہمارے کمرے میں کیا کر رہے ہیں۔"

ملتان والے تو ملتان والے ہیں!!!
اب MIS کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں
مولانا عبدالرشید صاحب
ادارہ اشاعت الخیر
بیرون بوھڑ گیٹ، ملتان
0300-7301239
MIS FOUNDATION
www.mis4kids.com

"مجھے تم دونوں سے اس احمقانہ سوال کی امید ہرگز نہیں تھی۔" اس کے ہونٹ ہلے۔

"تو پھر آپ کو کس سوال کی امید تھی۔" آصف نے پریشان ہوئے بغیر کہا۔

"میرا خیال تھا، تم کوئی عقل مندانہ سوال کرو گے۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"اور عقل مندانہ سوال کس قسم کے ہوتے ہیں؟"

"مثال کے طور پر میں آپ سے سوال کرتا ہوں۔ اس شخص سے آپ کی کیا باتیں ہوئیں؟"

"کس شخص سے؟ معاف کیجیے گا جناب، آپ کا سوال بھی عقل مندانہ نہیں ہے، کیونکہ آپ کے سوال سے کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ آپ کس شخص کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"بہت خوب، تمہارا جواب سن کر خوشی ہوئی۔ خیر، اب میں پہلے اپنا تعارف کراؤں گا اور پھر اپنا سوال دُہراؤں گا۔ مجھے ڈی ایس پی انوار صدیقی کہتے ہیں۔ میں اس قصبے کا انچارج ہوں۔"

"اوہ۔" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ انھیں اس بات کی ہرگز امید نہیں تھی کہ کسی پولیس افسر سے اس حال میں ملاقات ہوسکتی ہے۔

"آپ دونوں یہ سن کر پریشان نہیں ہوئے؟"

"اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے جناب، آپ پولیس افسر ہیں کوئی ہوّا تو نہیں ہیں۔"

"ہاں، یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر، ہاں تو میں نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اس شخص مسٹر گھوش سے آپ کی کیا بات چیت ہوئی؟"

"کچھ بھی نہیں... تھوڑی دیر پہلے ہم نیچے کھانا کھا رہے تھے کہ ایک شخص ہماری میز پر آبیٹھا... تھوڑی دیر بعد اس سے ملنے وہ دوسرا آدمی گھوش آگیا... دونوں کے درمیان کسی کام کے سلسلے میں بات چیت ہوئی، شاید ان کا سودا طے نہیں ہوسکا، پھر مسٹر گھوش اُٹھ کر چلے گئے... تھوڑی دیر بعد دوسرے صاحب یعنی مسٹر شابو بھی چلے گئے... ہم کھانے سے فارغ ہوچکے تھے، اُٹھ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھے تو مسٹر گھوش ہم تک پہنچے... انھوں نے ہمیں خبردار کیا کہ ہم مسٹر شابو کی باتوں میں نہ آئیں... ہم نے انھیں بتایا کہ بھلا ہم کیوں کسی کی باتوں میں آنے لگے۔" آفتاب جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔

"دیکھو بھئی، میں اس علاقے کی پولیس کا انچارج ہوں۔ تم مجھے بےوقوف نہیں بنا سکتے۔" (جاری ہے)

مسکراہٹیں

☆ استاد: حیرت ہے، آج تمہاری لکھائی بہت صاف ستھری ہے۔
شاگرد: جی آج میں نے لکھنے سے پہلے ہاتھ صابن سے دھو لیے تھے۔
(محمد مسعود عرفان۔ کراچی)

☆ استاد بچوں کو آواز کے بارے میں پڑھا رہا تھا، اس نے کہا، اگر گلاس ٹوٹ جائے تو کیسی آواز آئے گی۔ ایک بچے نے جواب دیا۔
"جی امی کی آواز آئے گی، اب کیا توڑ دیا۔"

☆ کارخانے دار (ملازمت کے لیے آنے والے سے) ہم آپ کو پہلے سال تین ہزار روپے ماہوار تنخواہ دیں گے، دوسرے سال پانچ ہزار دیں گے۔
وہ شخص: ٹھیک ہے! میں ایک سال بعد ملازمت پر آجاؤں گا۔

☆ استانی: تم گھر کا کام کرکے کیوں نہیں لائیں۔
لڑکی: جی! میں ہوسٹل میں رہتی ہوں۔

☆ مالک: (نوکر سے) کیا تم مرنے کے بعد زندگی پر یقین رکھتے ہو۔
نوکر: جی ہاں جناب! بالکل رکھتا ہوں۔
مالک: جب تم اپنے دادا کے جنازے میں گئے تھے تو وہ تمہاری تلاش میں یہاں آئے تھے؟
(حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور)

☆ سردار جی دس ہزار کے نوٹ بنک میں جمع کرانے گیا۔ کیشیر نے نوٹ دیکھ کر کہا:
"یہ تو جعلی ہیں۔"
سردار جی نے فوراً کہا:
"تو پھر کیا ہوا، جمع تو میرے اکاؤنٹ میں ہوں گے نا۔"

☆ استاد: چاند پر پہلا قدم کس نے رکھا۔
سردار جی: نیل آرمسٹرانگ نے۔
استاد: اور دوسرا کس نے رکھا۔
سردار: دوسرا بھی اسی نے رکھا ہوگا، وہ کوئی لنگڑا تو تھا نہیں۔ (حافظ نوید احمد عجمی۔ بہبودی اٹک)

☆ بیوی: (ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے) بھلا بتایئے! وہ کون سی چیز ہے جو آپ ہر روز دیکھتے ہیں، لیکن توڑ نہیں سکتے۔
شوہر: تمہارا منہ۔

☆ بچہ سکول جاتے ہوئے رو رہا تھا۔ باپ نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا:
"شیر کے بچے روتے نہیں۔"
بچے نے فوراً کہا:
"شیر کے بچے سکول بھی نہیں جاتے۔"

☆ ایک عورت کا آپریشن ہوا۔ ڈاکٹر نے بل دیتے ہوئے اس کے شوہر سے کہا:
"اگر یہ آپریشن بچپن میں ہوا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔"
شوہر نے پاس کھڑے سسر کے ہاتھوں میں بل تھما دیا۔ (اقرا انجم۔ لاہور)

بچوں کے لیے خوبصورت، سبق آموز، اور دلچسپ
کتابیں اور کارٹون سی ڈیز
MIS FOUNDATION
روشن فکر ہی پہچان ہے
ہماری مصنوعات کی فہرست
ویب سائٹ پر دستیاب ہے
mis4kids.com

چھن چھن... چھنا چھن

حافظ حمزہ شہزاد۔ سرائے سدھو

بخار کا زور ٹوٹ گیا تھا مگر کمزوری باقی تھی۔ مسلسل ایک ماہ رہنے والے بخار نے ہمیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ شروع میں معمولی بخار ہوا تھا مگر احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے وہ ٹائیفائیڈ میں تبدیل ہو گیا تھا اور ہمیں ناکوں چنے چبوا گیا تھا۔ بخار ٹوٹنے کے بعد کئی دن تک ہمیں کمزوری کی وجہ سے دن میں بھی تارے نظر آ رہے تھے۔

اس دن بھی ہم بے سدھ کمرے میں بچھی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، جب دو عورتیں گھر میں داخل ہوئیں۔ ایک عورت نے سر پر بڑا سا گٹھڑ اٹھا رکھا تھا۔ وہ کوئی کپڑا بیچنے والی نظر آتی تھی۔ دوسری عورت نے ہاتھ میں کپڑا ماپنے والا گز اٹھا رکھا تھا۔ وہ اس عورت کی ساتھی لگتی تھی۔

"کپڑے لے لو!" موٹی عورت نے ہانک لگائی۔ اسی نے سر پر گٹھڑی اٹھائی ہوئی تھی۔

"ہمیں کپڑے نہیں خریدنے۔" امی جان دوسرے کمرے سے برآمد ہوتے ہوئے بولیں۔

"بہن کپڑے دیکھ تو لو... دیکھنے کا تو کوئی مول نہیں۔" کپڑا بیچنے والی کی ساتھی عورت بولی۔ وہ دبلی پتلی عورت تھی مگر شکل سے بہت چالاک اور شاطر نظر آتی تھی۔

دونوں عورتیں صحن میں لگے نیم کے درخت کی چھاؤں میں بچھی ایک چارپائی پر بیٹھ گئیں۔ کپڑے کی گٹھری چارپائی پر رکھ دی تھی۔

"اُف اللہ! بہت گرمی ہے ایک گلاس پانی ہی پلا دو۔" موٹی عورت دوپٹے کے ساتھ پسینہ صاف کرتے ہوئے بولی۔

"بیٹی! انھیں پانی پلاؤ۔" امی جان نے آپی سے کہا اور خود نہ چاہتے ہوئے بھی دوسری چارپائی پر بیٹھ گئیں۔

اس دن گھر میں امی، میری بڑی بہن اور ہم موجود تھے۔ بیماری کی وجہ سے ہم نے مستقل کمرے میں ہی ٹھکانہ بنایا ہوا تھا۔ اس وقت بھی ہم دلچسپی کے ساتھ صحن میں ہونے والی کارروائی دیکھ رہے تھے۔

پانی آنے تک موٹی عورت کپڑوں کی گٹھڑی کھول کر کپڑوں کے رنگ برنگے تھان برآمد کر چکی تھی۔ لاکھ انکار کرنے والی امی جان بھی عورتوں کی فطری کمزوری سے مجبور ہو کر دلچسپی کے ساتھ کپڑے دیکھنے لگیں۔

فرح آپی نے عورتوں کو پانی پلایا اور خود بھی بیٹھ کر کپڑے پسند کرنے لگی۔

"یہ کیا بھاؤ ہے؟" امی کو ایک تھان کا کپڑا پسند آ گیا تھا۔ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب عورتوں کے کٹے کٹائے سوٹوں کی بجائے تھان سے کپڑا کاٹ کر دینے کا رواج تھا۔

"یہ پچاس روپے گز ہے مگر۔" موٹی عورت ڈرامائی انداز میں بولی۔

"مگر یہ کہ ہم نے ایک سوٹ نہیں بلکہ پوری گٹھڑی بیچنی ہے۔" ہاتھ میں گز پکڑنے والی دبلی عورت بولی۔

"کک! کیا؟" امی جان بری طرح چونک گئیں۔ "مجھے تو صرف ایک سوٹ ہی خریدنا ہے۔"

"ایک سوٹ نہیں ملے گا بلکہ پوری گٹھڑی ملے گی اور پورے بارہ ہزار روپے کی ملے گی۔ یہ تم خریدو گے۔ ضرور خریدو گے۔" دبلی عورت نے کہا۔ اس کا لہجہ خوف ناک تھا اور وہ امی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تھی۔

امی جان اور آپی بری طرح چونک گئیں۔ امی جان بولیں تو ان کی آواز میں ہلکی سی کپکپاہٹ اور تھوڑا سا خوف شامل ہو گیا تھا۔ یہ ان عورتوں کا نفسیاتی حملہ تھا جس میں وہ کامیاب رہی تھیں۔

"مم اگر میرے پاس اتنے روپے نہیں ہیں۔" امی جان کمزور آواز میں بولیں۔

جواب میں دبلی عورت کھڑی ہو گئی۔ اس نے کپڑوں کے تھانوں کے نیچے ہاتھ ڈالا اور ایک رنگین ڈنڈا برآمد کیا۔ ڈنڈا لمبائی میں تقریباً تین فٹ تھا اور موٹائی کے اعتبار سے ہم اسے "سوٹا" کہہ سکتے ہیں۔ اس رنگین سوٹے کے ایک سرے پر گھنگرو بندھے ہوئے تھے۔ ایسے سوٹے عام طور پر بہروپیوں اور ملنگوں کے پاس ہوتے ہیں۔

دبلی عورت نے سوٹے کو زور سے زمین پر مارا: "چھن چھن چھنا چھن!" گھنگھروؤں کی آواز گونجی۔

"ہو... ہو... ہوا" دبلی عورت نے گیدڑ کی طرح اوپر منہ کر کے ہو لگائی اور اچانک صحن میں دھمال ڈال دی۔

اس کے سر سے دوپٹہ ڈھلک گیا تھا اور بال بری طرح بکھر گئے تھے۔ اس کے پاؤں سوٹے کے ساتھ لگے ہوئے گھنگھروؤں کی آوازوں کے ساتھ زمین پر پڑ رہے تھے۔ وہ مسلسل گھومتے گھومتے دھمال ڈالے ہوئے تھی۔

میں نے دیکھا کہ امی اور آپی فرح اس (باقی صفحہ 11 پر)

گدھا گاڑی

راشد علی۔نواب شاہی

میرا گھر رضا آباد ٹاؤن میں واقع ہے۔شروع شروع میں یہ کچی آبادی پر مشتمل تھا۔

بعد میں کچھ ترقیاتی کام ہوئے اور گلیوں کی پختہ سڑکیں بن گئیں۔بجلی آگئی، سوئی گیس کی سہولت مل گئی۔اب رضا آباد کا شمار متوسط آبادی میں ہوتا تھا۔

میری شہر میں ایک بیکری کی دکان تھی۔خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بیکری کی دکان چل پڑی، یومیہ سیکڑوں سے ہزاروں روپے بکری ہونے لگی۔ ایک دکان سے دوسری دکان، اب اردگرد شہروں سے لوگ آکر تھوک کے حساب سے مال لے جاتے۔اب میرا شمار امیر لوگوں میں تھا۔رضا آباد ٹاؤن کا گھر وراثت میں ملا تھا۔گھر بڑے احاطے پر مشتمل تھا۔ کشادہ، کچا گھر اب ایک خوب صورت بنگلے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

میرے گھر کے دائیں ہاتھ والا گھر شروع سے اب تک کچا ہی تھا۔میرا پڑوسی احمد گدھا گاڑی چلاتا اور پرچون کی دکانوں کا سامان ٹرک اڈے سے لاد کر دکانوں تک پہنچاتا۔ میں اور احمد شروع سے ہی شام کے وقت خوب گپ شپ کرتے۔ ہمارے گھر کے سامنے بالکل خالی جگہ تھی۔وہ اپنے گدھے کو اپنے گھر کے سامنے لگی کھونٹی کے ساتھ باندھ دیتا اور ساتھ ہی گاڑی کھڑی کر دیتا۔

عام طور سے مال آتا ہے تو پھر قدریں بدل جاتی ہیں اور سوچ کا زاویہ بھی اپنی جگہ سے سرکنے لگتا ہے۔یہی کچھ میرے ساتھ ہوا۔ہمارے گھروں کے سامنے گدھا گاڑی کھڑی ہونا مجھے برا لگنے لگا۔میری اور احمد کی شام کی گپ شپ ختم ہو چکی تھی۔مال دار گھرانوں کے لوگ ہی ملنے آتے اور ان کی گاڑی میرے گھر کے سامنے کھڑی ہوتی۔

ایک مرتبہ ایک کاروباری صاحب مجھ سے ملنے آئے۔ ایسے میں گدھا ڈھینچوں...ڈھینچوں... کی آواز نکالنے لگا...وہ لگے برے برے منہ بنانے:

"افسوس ہے بھئی۔" اس کے یہ بول مجھے شرمندگی کے ساتھ جکڑنے لگے۔ مجھے احمد کا کھڑا گدھا اور گاڑی بُری لگنے لگی۔

"یہ مصیبت کھڑی کر دی ہے اس نے۔" میں بڑبڑایا۔

"بیگم! کہیں اور شفٹ ہو جاتے ہیں۔"

"مگر کیوں؟" بیگم نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔

"باہر کھڑی گدھا گاڑی ہماری حیثیت متاثر کر رہی ہے۔" میں نے غصے سے کہا۔

"مگر یہ گھر تو آپ کو ماں باپ کی طرف سے وراثت میں ملا ہے، زندگی اسی میں گزر گئی، کوئی تکلیف بھی نہیں ہے۔آپ جیولری کب لائیں گے، بیٹے کی شادی قریب آگئی ہے۔" بیگم نے میری توجہ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"اچھا! آج ہی لے آتا ہوں۔"

دوپہر کو میں فائن جیولرز کی دکان پر تھا۔گذشتہ دنوں میں اور بیگم پسند کے آرڈر دے آئے تھے، اسی لیے گاڑی میں اکیلا ہی لینے چلا گیا۔

واپسی میں ایک جگہ گاڑی سگنل پر رکی تو دو نوجوان پستول ہاتھ میں لیے آن کھڑے ہوئے۔

"نکال دو سب کچھ۔" شہر میں بدترین ٹریفک جام سے وہ فائدہ اٹھا بیٹھے۔

اور یوں چند لمحے بعد گاڑی میں موجود، زیور سب کچھ آناً فاناً لے اڑے۔ میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ پلک جھپکنے میں کیا ہو گیا۔میرے حواس بحال ہوئے، اب گھر کی طرف روانہ ہوا۔گھر کے سامنے گاڑی کھڑی کی تو احمد اپنی گدھا گاڑی کھڑی کر رہا تھا۔

"یہ بھی تو ہے جو حلال اور خون پسینے کی کمائی سے کھا رہا ہے اور ایک وہ جو دندناتے ہوئے میرے زیور چھین کر لے گئے۔" میں شرمندہ ہو کر سوچنے لگا۔

آج میں نے بہت عرصے بعد احمد کو خود سے سلام کیا۔اس پڑوسی سے مجھے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی نا۔اب مجھے احمد کی گدھا گاڑی گھر کے باہر کھڑی بری نہیں لگتی۔

غلط مسئلے

○ اولیاء اللہ کے مزارات پر چادریں چڑھانے کا رواج عام ہے۔ یہ عمل مکروہ ہے اور فضول خرچی ہے۔عوام کا جو اس سلسلے میں عقیدہ ہے، وہ شرک ہے۔اس سے بڑا گناہ یہ کہ چادریں چڑھانے کی منتیں مانی جاتی ہیں۔لوگ دور دراز سے سفر کر کے منت پوری کرنے آتے ہیں۔بعض آسیب اتروانے آتے ہیں۔بعض وہاں چراغ جلانے آتے ہیں۔قبریں پختہ بناتے ہیں۔قرآن و حدیث میں ان کاموں سے توبہ کرنے کا صاف صاف حکم ہے۔

○ بعض لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برأت وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھر آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لیے کچھ پکایا ہے یا نہیں، یہ اعتقاد بالکل غلط ہے۔

○ بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ شب برأت میں اگر کوئی مردوں کو ثواب نہ بخشے تو روحیں کوستی ہوئی جاتی ہیں۔یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔

○ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شب برأت سے پہلے مر جائے تو جب تک اس کے لیے فاتحہ شب برأت نہ کی جائے، اس وقت تک وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا۔یہ غلط ہے

○ شب برأت کے بارے میں ایک اعتقاد یہ ہے کہ جو مردہ اس سال مرتا ہے، وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا، جب تک کہ اسے شب برأت سے ایک روز پہلے حلوہ دے کر مردوں میں شامل نہ کیا جائے۔اس کا نام انھوں نے عرفہ رکھا ہوا ہے۔یہ بھی گھڑی ہوئی بات ہے اور بالکل فضول ہے۔احادیث میں ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے۔یہ نہیں کہ شب برأت تک اٹکا رہتا ہے۔(اغلاط العوام)

سُرخ کوٹ والا

نادیہ حسن۔اسلام آباد

ارسلان سرگودھا سے راولپنڈی کی بس میں بیٹھا تھا۔اس نے سفر کی دعائیں پڑھیں اور گاڑی چلنے کا انتظار کرنے لگا۔تقریباً دو منٹ بعد گاڑی اڈے سے نکلنے لگی۔تمام مسافر اپنی نشستوں پر بیٹھے تھے۔مرد،عورتیں بچے سبھی بیٹھے تھے،کوئی قمیص شلوار میں ملبوس تو کوئی پینٹ کوٹ پہنے تھا،عورتیں اور بچیاں بھی تھیں۔گاڑی بہت تیز رفتاری سے منزلیں طے کررہی تھی اور سفر اچھا گزر رہا تھا۔بس میں بیٹھے تمام لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے،لیکن ارسلان کسی سوچ میں پریشان نظر آرہا تھا۔وہ بار بار کھڑکی سے باہر جھانکتا اور کبھی اپنے ہاتھ پر بندھی گھڑی دیکھتا۔مغرب کا وقت ہوچکا تھا اور اسے فکر تھی نماز کی۔اس نے کبھی بھی نماز قضا نہیں کی تھی۔وہ کس طرح نماز چھوڑ دے۔اس کے ذہن میں قرآنِ کریم کی وہ آیات آنے لگیں جن میں بار بار نماز کا حکم دیا گیا ہے اور وہ احادیث جن میں نماز چھوڑنے والے کے لیے سزائیں آئی ہیں اور جس کی ایک نماز بھی چھوٹ گئی،وہ ایسا ہے گویا اس کا گھر بار،مال و دولت سب چھن گیا۔وہ پریشان تھا،کیا کرے۔اچانک اسے خیال آیا۔

"بھئی... میں کون سا کسی کافروں کے ملک میں ہوں... اور لوگوں کو بھی تو پڑھنی ہوگی نماز۔" یہ سوچ کر اسے اطمینان ہوگیا،وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈرائیور کے پاس پہنچا اور بولا:

"بھائی جان! یہ کلر کہار قیام وطعام پر پانچ منٹ بریک لگائیے گا... میرا وضو ہے،میں نماز پڑھ لوں گا اور باقی ساتھی بھی نماز پڑھ لیں گے۔" ارسلان نے ابھی بات مکمل ہی کی تھی کہ ساتھ بیٹھا ایک شخص گویا ہوا:

"سر جناب... آپ کا وضو ہے تو آپ گاڑی میں ہی پڑھ لیں نا... اب پوری گاڑی رکے گی یہاں،وقت پہلے ہی زیادہ ہوگیا ہے۔"

"بھائی جان میں گاڑی میں کیسے؟" ارسلان کی بات درمیان میں کاٹتے ہوئے ایک سرخ کوٹ پہنے شخص گویا ہوئے:

"سر نماز کا وقت تو ویسے بھی گزر گیا ہے... اب آپ نے ساری گاڑی کو رکوا کر ضرور قضا نماز پڑھنی ہے... جیسی قضا یہاں پڑھنی ویسی گھر جاکر پڑھ لینا۔"

"بھائی ابھی تو نماز کا وقت شروع ہوا ہے قضا کیسے ہوگئی... گھڑی تو دیکھیں ذرا۔"

"بس جی لوگ آج کل دکھاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں... اگر آپ نے حقیقتاً نماز پڑھنی ہوتی نا تو آپ چپ چاپ اپنی سیٹ پر بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے... نماز ہوجاتی تھی۔" وہی سرخ کوٹ والے صاحب گویا ہوئے جو شکل سے بڑے مہذب تھے اور گفتگو انتہائی ناشائستہ کررہے تھے۔

"آپ کو اس مسئلے کا نہیں پتہ... نماز قبلہ رخ پڑھنی ضروری ہوتی ہے۔" ارسلان بولا۔

"کسی کو بھی نہیں پتا مسئلوں کا! آپ کو بھی نہیں پتا،نہ ہی کسی اور کو پتا ہوتا ہے۔" وہی سرخ کوٹ والا دھاڑا،پھر دوبارہ گویا ہوا:

"یہ جان بوجھ کر دوسروں کو گناہ گار کرنے کے لیے گاڑی رکوانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔" ارسلان سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے اس نے نماز کے لیے گاڑی رکوانے کا کہہ کر کوئی بہت بڑا جرم کرلیا ہو... کلر کہار قیام وطعام اسی جھگڑے میں گزر گیا... ارسلان کی حمایت کرنے والا کوئی بھی نہ تھا،سب اسی سرخ کوٹ والے "مہذب" کی باتوں سے متاثر ہورہے تھے اور ویسی ہی باتیں دہرا رہے تھے۔جو ارسلان کے حمایتی تھے،وہ اکثریت سے دب کر خاموش بیٹھے تھے۔

کچھ دیر بعد ایک قہقہہ بلند ہوا،وہی سرخ کوٹ والا گاڑی کے نہ رکنے پر خوشی کنٹرول نہیں کرپارہا تھا اور انھوں نے نمازیوں اور مولویوں کے متعلق لطیفے سنا کر اردگرد والوں کو ان کا مذاق اڑانے پر مجبور کردیا۔

ارسلان پریشان تھا کہ یہ آج کا مسلمان ہے جس کا اسلام اس حد تک کمزور ہوگیا ہے اور ایک دو نہیں اکثریت کا یہی حال ہے... یہ وہ مسلمان ہے جو ظالم حکمران کی شکایت کرتا ہے؟ یہ وہ مسلمان ہے جس کے دیس میں انسان کیڑے مکوڑوں کی طرح قتل ہوتے ہیں؟

اس مسلمان کی مدد کہاں سے آئے گی؟ جو اپنے رب کے دیے گئے احکامات میں سے اہم ترین حکم کا یوں مذاق اڑا رہا ہے،گویا اسے رب العالمین کے حضور جوابدہ ہونا ہی نہیں؟ مسلمان بھی نماز کا مذاق اڑائے اور کافر بھی نماز کا مذاق اڑائے تو دونوں میں فرق کس بات کا؟

ارسلان انھی سوچوں میں گم تھا اور سرخ کوٹ والے صاحب بھی مذاق اڑانے میں مگن تھے کہ ایک زوردار دھماکا ہوا۔

ایک ویگن اوورٹیک کرتے ہوئے اس بس سے ٹکرا گئی تھی... بس جو تیز رفتار تھی،الٹ گئی۔سڑک کے اطراف میں بنی ہوئی حفاظتی دیوار سے ٹکرا کر رک گئی...

ہر طرف چیخ و پکار کا عالم تھا... گاڑی کے شیشے ٹوٹ چکے تھے... مسافر،زخموں سے چور اس سے نکل رہے تھے... ارسلان بھی خود ہی باہر نکل گیا تھا... جن کی حالت زیادہ نازک تھی... ان کو موٹروے پولیس باہر نکال رہی تھی...

ارسلان نے جان بچ جانے پر اللہ کا شکر ادا کیا:

آسمان پر ابھی ہلکی ہلکی سی سفیدی باقی تھی... اس نے مڑ کر دیکھا تو سڑک پر ایک چادر بچھی تھی جس پر دو لاشیں پڑی تھیں... ان میں سے ایک لاش اس سرخ کوٹ والے شخص کی تھی جو ابھی کچھ ہی دیر پہلے اسے نماز کے "مسائل" سمجھا رہا تھا اور پھر نمازیوں پر جملے کس رہا تھا... مولویوں کا مذاق اڑا رہا تھا... جلد ہی وہاں گاڑیوں کا ایک ہجوم ہوگیا تھا... پولیس زخمیوں اور میتوں کو گاڑیوں میں سوار کرنے لگی، ارسلان کو اتنی گہری چوٹیں نہیں آئی تھیں،وہ پانی کی بوتل اٹھا کر وضو کرنے کے لیے سڑک کے کنارے جارہا تھا... اس نے جاتے ہوئے مڑ کر اس سرخ کوٹ والی لاش کو دیکھا جو بے یار و مددگار اب اپنے رب کے حضور پیش ہورہا تھا اور اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ گفتگو اس کی زندگی کی آخری گفتگو ہوگی... اس کے کانوں میں سرخ کوٹ والے صاحب کا جملہ گونج رہا تھا:

"بس جی لوگ آج کل دکھاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں۔"

پشاور کے پٹھان بھائیوں اور بہنوں کے لیے!!
اب MIS کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں
بھائی برکت علی صاحب
ممتاز کتب خانہ،صدف پلازہ
دکان نمبر 16 محلہ جنگی
(اردو بازار) پشاور۔
0314-9696344,091-2580331
MIS FOUNDATION
www.mis4kids.com

کوئٹہ والے!!!! خوشخبری سنیں!!!
اب MIS FOUNDATION کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں
بھائی نور احمد صاحب
مزمل کتب خانہ،
اتفاق پلازہ، کمرہ نمبر 103
آرچر روڈ،
0321-8045069
MIS FOUNDATION
روشن کریں جہاں کو
www.mis4kids.com

بقیہ: چھن چھن... چھنا چھن

صورتِ حال سے مکمل طور پر بدحواس ہو چکی ہیں۔ وہ دونوں حیرت کے مارے بت بنی اس عورت کو دیکھ رہی تھیں۔ اچانک وہ عورت رک گئی۔ اس کے چہرے پر بال بکھرے ہوئے تھے اور بالوں سے جھانکتا ہوا چہرہ کسی چڑیل کی مانند نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں لال سرخ ہو گئی تھیں۔ وہ بولی:

''جاؤ کمرے کے اندر پیٹی میں جو ہزار ہزار کے نوٹ رکھے ہوئے ہیں، ان میں سے بارہ نوٹ نکال کر لاؤ۔ جاؤ!''

''وہ... وہ تو کسی کی امانت ہیں۔'' امی جان بے اختیار بول اٹھیں۔

''وہ ہماری ہی امانت ہے اور ہم لینے آئی ہیں... ہو!'' دبلی عورت نے کہا۔ وہ ''ہو'' کہتے ہوئے اپنے ہونٹوں کو گول کر کے ''ہو'' کو لمبا کھینچتی تھی جس سے عجیب سا خوف ذہن میں ابھرتا تھا، گویا حقیقت میں کوئی گیدڑ ہوک لگا رہا ہو۔

امی جان اور آپی مکمل طور پر ان عورتوں کے کنٹرول میں آ گئی تھیں۔ امی جان اٹھیں اور روپے اٹھانے کے لیے کمرے کی طرف بڑھیں۔

''تم بھی اندر جاؤ۔'' دبلی عورت نے آپی کو کہا تو وہ بھی امی کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئی۔

اب یہاں سے ہمارا کردار نظر آتا ہے۔ بخار نے ہمیں ہڈیوں کا ڈھانچا بنا دیا تھا (موٹے تو ہم پہلے بھی کبھی نہ تھے) مگر اللہ بھلا کرے امی جان کا کہ روز باداموں کا گھوٹا اور سیب کا جوس پلانے سے ہمیں اس قابل بنا دیا تھا کہ ہم سر پر ناچتے ہوئے تاروں کو نظر انداز کرتے ہوئے، اپنی کمزور ٹانگوں کو گھسیٹتے ہوئے بروقت اس کمرے تک پہنچ کر اس کا دروازہ باہر سے بند کرنے میں کامیاب رہے جہاں امی اور آپی روپے اٹھا کر برآمد ہونے والی تھیں۔

اب ہمیں مسلسل نظر انداز کرنے والی عورتیں بری طرح چونک گئیں۔

''اے لڑکے! ہم ملنگیاں ہیں!'' دبلی عورت نے ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ ہمارے دماغ کو ایک جھٹکا لگا۔ اس کی آنکھوں میں کوئی شیطانی قوت تھی مگر ہم سنبھل گئے۔ ہم نے اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے رنگین سوٹے کو دیکھا اور گرج دار آواز میں بولے: (یہ اور بات ہے کہ وہ گرج دار آواز ایک میمنے کی آواز سے تھوڑی ہی کم تھی)

''دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' ہم اتنے سفر سے ہی بری طرح ہانپ گئے تھے۔

''اے لڑکے! منہ سنبھال کر بات کر!'' اب موٹی عورت کو بھی جوش آ گیا: ''ہم باباشیدے مصلی کی ملنگیاں ہیں۔ ایک نعرہ لگایا تو زمین میں غرق ہو جاؤ گے۔''

اب دبلی عورت آگے بڑھی اور ہمارے بالکل سامنے کھڑی ہو کر بولی:

''ہو... ہو... ہو... ہا!''

ان عورتوں کی بکواس سے قطع نظر کمزوری اور ہمارا بڑی شدت سے مقابلہ ہو رہا تھا۔ ٹانگیں تھیں کہ کانپ رہی تھیں اور کوئی لمحہ جاتا تھا کہ ہم زمین بوس ہو جاتے۔ آنکھوں کے سامنے کالے، نیلے، پیلے دائرے گھومنے لگے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ہم نے سہارے کے لیے اس رنگین سوٹے پہ ہاتھ ڈال دیا۔

''چھن... چھن... چھنا چھن!'' سوٹے پر لگے ہوئے گھنگھروؤں نے احتجاج کیا۔ امی جان کے پلائے ہوئے باداموں کی طاقت نجانے جسم کے کس حصے سے عود کر آئی اور نتیجے میں سوٹا ہمارے ہاتھ آ گیا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ یہاں ایک نہیں دو بھینسیں موجود تھیں۔ اسی وقت ہمیں ایک زوردار چکر آیا۔ ہم لہرائے، سوٹے والا ہاتھ گھوما۔ سوٹا پوری قوت سے دبلی عورت کے منہ پر لگا۔ یقیناً اس کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔

''چھن... چھن... چھنا چھن!'' گھنگھرو خوشی سے چیخے اور ہمارے کانوں نے موٹی کی آواز سنی:

''ملنگنی! اس منڈے پر تو خون سوار ہے!''

دونوں عورتیں افراتفری میں اپنے کپڑے اٹھاتی رفوچکر ہو گئیں۔

وہ دن اور آج کا دن، وہ رنگین سوٹا ہمارے پاس محفوظ ہے۔ اگر غلطی سے بھی کوئی کپڑا بیچنے والی عورت گھر میں داخل ہو جائے تو امی جان ہاتھ میں سوٹا اٹھا لیتی ہیں اور!

پھوٹے قد والا دل چھوٹا نہ کریں
• کیا چھوٹا قد آپکو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے؟
• چھوٹے قد اور کمزور صحت کیوجہ سے اکثر بچے بچیوں کے رشتے نہیں ہو پاتے.
• چھوٹے قد اور کمزور صحت کی وجہ سے نوکری نہیں مل پاتی.
• چھوٹے قد کی وجہ سے لڑکیاں سسرالیوں اور شوہر کے طعنوں کا نشانہ بنتی ہیں...
• چھوٹا قد اور کمزور صحت بچوں کی صلاحیتوں کو زنگ لگا دیتا ہے — تو پریشان ہونا چھوڑیئے
آپ میڈلیسن کا ساتھ دیں • میڈلیسن آپکا ساتھ دے گی
بچوں کے چھوٹے قد سے پریشان نہ ہوں 30 سال تک کے لڑکے لڑکیاں اپنے قد میں اضافہ کر سکتے ہیں جوان ہونیوالے لڑکے لڑکیوں کو پروٹین کی بہت ضرورت ہوتی ہے اس کی کمی کیوجہ سے قد بڑھنا رک جاتا ہے صرف 10 فیصد ہارمونز کی کمی بیشی سے ایسا ہوتا ہے۔ اس دوران لحمیات زیادہ کریں۔ تاکہ بڑھوتری جلد ممکن ہو سکے.
(IdealHeight)
آئیڈیل ہائیٹ کورس
اب قد بڑھانا بے حد آسان
قد میں یقینی اضافہ
چھوٹے قد والوں کے لئے طبی خوشخبری
کورس 1 ماہ قیمت 1600 روپے
قد بڑھنے کا شیڈول
12 سے 18 سال تک عمر: قد میں 6 انچ اضافہ
19 سے 24 سال تک عمر: قد میں 4 انچ کا چانس
25 سے 30 سال تک عمر: قد میں 2 اضافہ.
کورس بذریعہ V.P روانہ کیا جاتا ہے خرچہ 50 روپے
صبح 11 بجے سے 6 بجے تک کال کر کے VP منگوا سکتے ہیں
0313-5022903 — 0334-0700800
WWW.deva Pk Com
گرتے بال، سکری خشکی، چہرے پر کیل چھائیاں، داغ، دھبے، فالتو بال، کالی رنگت، جوڑوں کا درد، گردہ پتھری، معدہ، دمہ، ہر قسم کی کمزوری کا مکمل علاج
اپنی صحت کے بارے میں مفت کتابچہ منگوانے کیلئے اپنا نام پتہ SMS کریں 0313-5022903

پولیس کیس

ف۔ح۔کراچی

خالد نے وردی اتاری تو موبائل پر پیغام آچکا تھا۔جلدی سے موبائل دیکھا اور دوڑ لگائی۔

''سرتاج میرا سر درد کر رہا ہے آج نہ جائیں... مزدوری پر۔'' بیوی راستے میں آگئی، خالد کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

''آج پیسے جمع کر کے پیٹرول ڈلوایا ہے اور آج کام بھی زیادہ ہے، پیسے پورے ہوجائیں گے تو دوا بھی لیں گے اور بچے کی فیس بھی دے دیں گے۔''

خالد کی بیوی رضیہ بیگم کی کمزوری دیوار ٹوٹ گئی۔

''جلدی آیئے گا۔'' اسے معلوم تھا کہ یہ جملے رسمی ہیں۔صرف محبت کے اظہار کے لیے ہیں، ورنہ جتنا زیادہ کام ملے گا، اتنے زیادہ پیسے بنیں گے۔خالد آنکھوں کے آنسو چھپاتا ہوا رات کے اندھیرے میں غائب ہوگیا۔

سبزی منڈی پہنچ کر دیکھا کہ تین ٹرکوں سے سبزی اتارنی ہے۔ خالد اور اس کے دوست عظیم دونوں نے مل کر کام شروع کیا۔یہ کام رات دو بجے سے صبح پانچ بجے تک مکمل کرنا تھا۔تین ٹرکوں کے تین ہزار روپے طے پائے۔ دونوں دوستوں نے کام شروع کر دیا، چار بجے تک دونوں کام مکمل کر چکے تھے۔انھوں نے پیسے لیے اور باہر آگئے۔ابھی موٹر سائیکل کے پاس پہنچے ہی تھے کہ سائرن کی آوازیں آئیں۔پولیس کی چھے موبائلیں آئیں، کافی لوگوں کو گھیرے میں لے لیا۔موبائل کے اندر بیٹھے ہوئے حوالدار نے چند لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔حوالدار کا اشارہ ان کی طرف بھی تھا۔خالد اور عظیم کو بھی زبردستی موبائل میں ہانک دیا گیا۔چند منٹ میں وہ بندھے ہوئے تھانے کی جانب تیزی سے جارہے تھے۔

''بھئی مسئلہ کیا ہوا ہے؟'' خالد کی پہلی بار زبان کھلی۔

''چپ ہوجاؤ..

جتنا منہ بند رکھو گے... آسانی سے رہو گے۔''

''تمہارا نام نصیر خان ہے۔'' خالد نے اسی سپاہی سے کہا۔

''اوے... او... تت... تو کیسے جانتا ہے مجھے۔'' وہ بوکھلا گیا۔

''تمہارے بیج پر لکھا ہوا ہے۔''

''تو تجھے اس سے کیا مطلب ہے؟'' سپاہی اپنی بوکھلاہٹ اور بے وقوفی چھپاتے ہوئے بولا۔

''جس چیز سے مطلب ہے، وہ تم بتا نہیں رہے۔'' خالد مسکرا دیا۔

''بھائی.. اوپر سے آرڈر آیا ہے کہ پولیس کیس بنانا ہے... دو تین بندے مروانے ہیں.. ہم بیس بندے پکڑ کر دیں گے جو جو پیسے دے دے گا اسے چھوڑ دیں گے، باقی دو تین کو رکھیں گے... انھیں ایک، دو ماہ جیل میں رکھنے کے بعد آزاد کر دیں گے، تم لوگوں کے موبائل وغیرہ جو ہیں، وہ تھنے میں ہمیں مل جائیں گے۔'' دوسرا پولیس والا کچھ سلجھا ہوا تھا، اس نے ساری کہانی سنادی۔

''او... بلوچ... کیا ضرورت ہے انھیں بتانے کی؟'' نصیر خان بولا۔

''بھائی... سب کو پتا ہے کہ ان کے ساتھ ظلم ہو گا، یہ تو مزدور لوگ ہیں... چلو آگے کے لیے ذہن بنا لیں گے۔'' ہر جملے کے شروع میں بھائی کہنا اس کی عادت تھی۔

''یار بھائی... تم کوئی پڑھے انسان لگتے ہو... حرام کھاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔'' خالد نے اس سلجھے ہوئے سپاہی سے کہا۔

''او... تیری یہ ہمت... کہ تو ہمیں نصیحتیں کر رہا ہے... چپ ہوجا... مولوی کی اولاد نہ ہو تو۔'' پہلے والا سپاہی نصیر خان بولا۔

''پیسے دے کر نکل جانا... انسپکٹر صاحب کی منتیں کر لینا... ورنہ جیل میں سڑے گا...'' نصیر خان نے کچھ دیر کے بعد گویا نصیحت کی۔خالد کے چہرے پر اطمینان تھا۔

اتنی دیر میں وہ تھانے پہنچ چکے تھے۔ان دونوں کے ساتھ بیس مزدور اور تھے۔انسپکٹر صاحب صحافیوں کو بلا چکے تھے۔ ان سب کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ صحافیوں کو بتایا گیا کہ رات دس بجے ''بزنس پوائنٹ'' پر دھماکے میں ملوث افراد کا گروہ پکڑا جا چکا ہے۔ان سب کو پکڑنے میں ''خاص آلات'' استعمال کیے گئے ہیں۔ بھاری اسلحہ ابھی تک برآمد نہیں ہوسکا تھا۔عدالتی نوٹس اور مزید تفتیش کے بعد اسلحہ بھی برآمد کرا لیا جائے گا۔صحافیوں نے ''مجرموں'' کی تصویر لینے کے لیے کہا تو سب مجرموں کو باری باری لایا گیا، جن کو پولیس نے دو گھنٹے کی مزاحمت کے بعد پکڑا تھا۔

''میں تصویر کھنچوانے نہیں جاؤں گا۔'' خالد نے کہا اور جیل کی فرش پر فجر کی نماز ادا کرنے لگا۔

''یہ عجیب مجرم ہے..یہ تصویر تو کھنچواتا نہیں ہے، اس کی کھال کھنچوانی پڑے گی۔'' نصیر خان نے کہا۔

''بھائی... مجھے تو اس سے ڈر لگ رہا ہے... لگتا ہے کہ یہ کوئی بڑا مجاہد ہے یا کوئی خطرناک چیز ہے... اس نے کوئی منت بھی نہیں کی، اپنے بچوں کا واسطہ بھی نہیں دیا... اور الٹا ہم جیسے ڈھیٹوں کو نصیحتیں کر رہا ہے... سچ پوچھو تو اس کی بات میں جان ہے جان۔'' اس کی بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

''اوے... صحافی لوگ (باقی صفحہ 14 پر)

ہمارا بچپن

بچپن کی زندگی بھی بڑی عجیب ہوتی ہے۔ ہم اپنے بچپن کے وہ پرکیف اور پرسرور واقعات اور لمحات جب یاد کرتے ہیں تو آنکھوں میں آنسو کے سوا کوئی چیز نہیں ٹھہرتی، نہ گھریلو ذمہ داریاں، نہ مستقبل کی فکر، نہ کام کاج کی الجھنیں، غرض دنیا کے ان جھمیلوں سے آزاد ہو کر ہم اہل جنت کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔

صبح سویرے منہ اندھیرے جب والد صاحب ہمیں جگانے کی ناکام کوشش کرتے تو ہم "ہاں" کہہ کے بستر میں کروٹ بدلتے، لیکن دوسرے ہی لمحے امی کے ہاتھوں ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کی چھینٹیں چہرے پر زور سے پڑتیں اور ہم پیچ و تاب کھاتے ہوئے بادل نخواستہ خراماں خراماں مسجد کی جانب روانہ ہوتے۔ نماز پوری کر کے ناشتے کے لیے جمع ہوتے۔ ایک ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا اور دوسرے ہاتھ میں چائے کی پیالی ہوتی۔ کیتلی سے پیالی میں چائے انڈیلنے کے ہم روادار نہیں تھے، بلکہ جام بھر کر اس میں پیالی ڈبو ڈبو کر چسکیاں لیتے اور جام و پیالی کے ٹکرانے سے پیدا ہونے والی آواز سن کر لطف اندوز ہوتے۔ سبق کی باری آتی تو سوئے مسجد بوجھل قدموں کے ساتھ روانہ ہوتے۔ راستے میں اگر کوئی استاد صاحب کی رخصتِ اتفاقیہ پر چلے جانے کی جھوٹی خبر بھی سنا دیتا تو اسے ہم زبردست خوش خبری سمجھ کر راستے ہی سے واپس ہوتے اور ایک گھنٹے کے لیے جشن مناتے۔ بعد ازاں ملیشیا کپڑے پہن کر سر پر کالی سی ٹوپی ترچھے انداز میں رکھ کر سکول کی جانب روانہ ہوتے۔ ایک معمولی سے بستے میں کچھ پھٹی پرانی کتابیں ہوتیں اور ایک ہاتھ میں لکھنے کی تختی۔ ریاضی کے سوالات سلیٹ پر لکھتے جس کی صفائی کے لیے آبِ دہن کو کام میں لایا جاتا۔ تختی پر املا، وغیرہ لکھ کر استاد صاحب کو دکھاتے۔ استادِ محترم کبھی تو اس پر "شاباش" وغیرہ لکھ کر ہماری حوصلہ افزائی کرتے تو کبھی اسے گھاس نہ ڈالتے اور ہم اپنی تختیوں پر ان تمغہ جات کا تاج سجائے بغیر گھر روانہ ہوتے تو والد صاحب سے آنکھیں چار کرنے سے کتراتے تھے۔ آج کل کی طرح کھلونے دستیاب نہیں تھے، اگر تھے تو ہماری جیبیں پیسوں سے خالی تھیں۔ ٹین کے ڈبے چیر کر، اس کے مختلف پارٹس بنا دیتے اور انھیں ایک تختی پر کیلوں سے ٹانک کر کبھی کبھی ٹریکٹر اور کبھی بس بنا دیتے۔ پرانے چپلوں سے ربڑ اکھیڑ کر اس سے ٹائر بنا کر نیچے لگا دیتے اور اسے ایک دھاگے سے باندھ کر ٹیں ٹیں کرتے ہوئے اسے کبھی ایک طرف دوڑا دیتے کبھی دوسری طرف، لیکن ہماری خوشی اس وقت خاک میں مل جاتی جب کسی مال دار گھرانے کا کوئی بچہ تین پہیوں والی بائیسکل پر بیٹھ کر اسے چلاتا اور جب ہمارے نزدیک سے گزرتا تو پیڈل اور بھی زور سے گھماتا، ہم حسرت سے اسے دیکھتے رہ جاتے۔

گرمیوں کی چھٹیوں میں گھر کے بڑوں کے ساتھ فالسے چننے کے لیے پہاڑوں پر جاتے۔ والد صاحب مانج کے پتوں سے خوب صورت ٹوکریاں بنا کر دیتے جس میں ڈورا ڈال کر ہم گلے میں لٹکا کر پہاڑ پر روانہ ہو جاتے۔ دھوپ کی تیزی سے بے نیاز ہو کر خاردار جھاڑیوں میں گھس گھس کر ان کانٹے دار، درختوں میں راستہ بناتے اور فالسے چن کر ٹوکریاں بھر دیتے اور ان ٹوکریوں کے منہ گھاس وغیرہ سے بند کر کے گھر کی راہ لیتے۔ اپنی جیبیں بھر کر اسے زادِ راہ کے طور پر استعمال کرتے۔ ہونٹوں پر سیاہی جمی رہتی اور جیبوں کو بھی کالا رنگ لگ جاتا جیسے کسی کی جیب میں پن نے روشنائی چھوڑی ہو۔

فارغ اوقات میں ہم گولیوں سے کھیلتے۔ ان کے مختلف طریقے رائج تھے۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ دو فریق ایک گول دائرے میں مثلاً دس دس بلوریاں رکھتے۔ قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آتا، وہ مناسب فاصلے پر بیٹھ کر ایک بلوری درمیانی انگلی کے سرے سے لگاتا۔ ہاتھ کا انگوٹھا زمین کے ساتھ ٹیک کر درمیانی انگلی کو پیچھے کی جانب موڑ کر زور سے چھوڑ دیتا، ٹھاہ سے گولی دائرے کو لگ جاتی تو جتنی گولیاں دائرے سے باہر ہو جاتیں، وہ اس کے حصے میں آتیں۔ اس سارے کھیل میں اگر ہار ہو جاتی تو کفِ افسوس ملتے ہوئے خاموشی سے گھر کی جانب روانہ ہوتے، جیت کی صورت میں ہماری سائیڈ کی جیب بھر جاتی۔ یوں ان کھنکھناتی بلوریوں کے ساتھ گھر واپس ہوتے تو جیب میں ہاتھ ڈال کر اسے ہلا ہلا کر جیت کی نوید سب کو سنا دیتے۔

شادی بیاہ اور عیدین میں اگر کوئی ایک روپے کا نیا نوٹ تھما دیتا تو اسے نہایت احتیاط سے سامنے والی جیب میں رکھ کر خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ آتش بازی کی لعنت سے دور بھاگتے، اس لیے نہیں کہ شریف تھے، بلکہ اس وجہ سے کہ گھر میں ڈانٹ پڑتی تھی۔ خیر اگر کوئی اس کارِ خیر میں حصہ لیتا تو تماشہ کر کے دل بہلاتے۔ پٹاخہ چھوڑنے والا شعلہ جلاتا اور اسے پٹاخے سے لٹکے ہوئے تار کے ساتھ لگا دیتا۔ پٹاخہ شاندار سرسراہٹ کے ساتھ ناچتا، گھومتا اور فضاء کو اُٹھ جاتا۔ کبھی کوئی راکٹ فضاء میں چھوڑ دیتا، راکٹ زوں کر کے چھوٹتا، کافی بلندی پر جا کر ٹھاہ سے پھٹ جاتا اور اس سے پھلجڑیوں کی پھوار برستی۔ ہم دور بیٹھ کر کھی کھی کر کے قہقہے لگاتے۔

نیفے میں ٹھونسے ہوئے غلیل سے پرندے اِدھر اُدھر بھگاتے، اگر کوئی پرندہ بدقسمتی سے شکار ہو کر گر جاتا۔ تو اس کا سر کھینچ کر تن سے جدا کر دیتے۔ یہی ہمارا "ذبیحہ" تھا (استغفر اللہ) کھیل کود سے تھک ہار کر گھر آتے تو کھری چارپائی پر پاؤں پسار کر مزے کی نیند سو کر خراٹے لیتے، گھر میں اگر شلغم، بینگن یا دیسی ساگ پک جاتا تو گھر کے دروازے کے ساتھ کھڑے ہو کر بین کرتے ہوئے اپنا احتجاج ریکارڈ کراتے۔ احتجاج کے بعد تلے ہوئے انڈوں سے ہماری تواضع کی جاتی۔ یوں ہم اس سے پیٹ کا دوزخ بھرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے۔

افسوس کہ یہ شاہانہ زندگی چند سالوں پر محیط تھی اور گزر گئی جو کبھی واپس نہیں آئے گی، لیکن غربت و افلاس، شرارتوں، نازنخروں اور معاشرتی مشکلات کے باوجود بڑوں کی کڑی نگرانی کی وجہ سے علم و ادب سے محروم نہیں ہوئے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر سب سے بڑا احسان ہے۔

امیر محمد۔ کوہاٹ

بقیہ : پولیس کیس

کھڑے ہیں ... تم آخری مجرم کو کیوں نہیں لا رہے، جلدی لاؤ۔''

انسپکٹر صاحب کی آواز آئی۔

''بھا ... بھا ... انسپکٹر صاحب ... و ... و۔'' اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی انسپکٹر صاحب صحافیوں سے مخاطب ہوئے۔

''آخری مجرم ... خالد بدمعاش ... یہ ان کا سردار ہے، وہ حوالات میں ہی بیٹھا ہے ... ابھی اس کی مرمت نہیں ہوئی ... ورنہ سر کے بل چل کر آتا ... آپ اندر آ کر اس کی تصویر لے لیں۔'' تینوں صحافیوں نے سر ہلایا اور اندر چلے گئے۔ حوالات کے اندر ہلکی روشنی تھی۔ انسپکٹر صاحب تینوں صحافیوں کو لے کر اندر داخل ہوئے۔ سلاخوں کے سامنے پہنچے تو انسپکٹر کی چیخ بلند ہوئی اور لڑھک کر نیچے گرا اور پھر اٹھ کر ایک زوردار سلوٹ کیا۔

''س ... سس ... سر ... سر ... آ ... آآ ... آپ ... پ ...'' انسپکٹر پورا کانپنے لگا۔ اس کا چہرہ پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ جلدی سے دروازہ کھلوایا۔ انسپکٹر کے جسم سے خون شاید کسی نے نچوڑ لیا تھا۔

''انسپکٹر صاحب ... آپ خالد بدمعاش سے اتنا کیوں گھبرا رہے ہیں۔'' نصیر خان نے پوچھا۔

''اوے ... بے وقوف ... یہ خالد بدمعاش نہیں، ڈی ایس پی صاحب ہیں جنھوں نے یہ کیس ہمارے ذمے لگایا تھا، مجرموں کو پکڑنے کا۔'' یہ سنتے ہی نصیر خان بے ہوش ہو کر گر گیا، ابھی نصیر خان کو سنبھال ہی رہے تھے کہ ایک آواز آئی۔

''بھ ... بھائی۔'' اس کے ساتھ دھڑام سے دوسرا سپاہی بھی گر گیا۔

دفتر میں پہنچ کر ڈی ایس پی خالد بولے: ''افسوس نہیں ... ڈوب مرنے کا مقام ہے ... کاش کہ تمہاری حقیقت پہلے معلوم ہوتی، میں تم سب کو معطل کروا رہا ہوں، قوم کے محافظ قوم پر ڈاکا ڈالنے لگیں تو قوم کیسے ترقی کرے گی ... اور پھر مزدور اور بے بس لوگ۔''

''ڈی ایس پی صاحب ... کیا یہ آپ نے انسپکٹر صاحب کے امتحان کے لیے کیا تھا۔'' ان کی بات کاٹ کر ایک صحافی نے سوال کیا۔

خالد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، انھوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس میں سے پندرہ سو روپے نکلے۔

''یہ پیسے میں نے مزدوری سے کمائے ہیں، یہ ایک ہزار روپیہ میرے بیٹے کے سکول کی فیس ہے ... اگر نہیں دوں گا تو کل اسے سکول سے نکال دیا جائے گا ... اور یہ پانچ سو روپے ڈاکٹر کو دینے کے لیے فیس ہے، ورنہ ڈاکٹر ادھار پر چیک اپ نہیں کر رہی اور میری بیوی نہایت تکلیف میں ہے۔'' وہاں خاموشی چھا گئی۔ وہ پھر بولے۔

''میں دو سال سے ہر ماہ کی چند راتیں سبزی منڈی میں مزدوری کرتا ہوں، حکومتی تنخواہ میرے کنبے کی کفالت نہیں کرتی، مجھے مزدوری کرنے میں کوئی عار نہیں، لیکن حرام کے لقمے کا اثر آپ انسپکٹر صاحب کے چہرے پر دیکھ سکتے ہیں مگر میرے اطمینان کو آپ صرف دیکھ سکتے ہیں ... ورنہ جو اطمینان مجھے ہے، وہ آپ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے۔'' ڈی ایس پی صاحب کی اطمینان بھری آواز گونج رہی تھی اور سب کے سر شرم سے جھک چکے تھے۔

دو سال تک

حضرت مولانا اصغر حسین کاندھلوی کے نانا شیخ احمد حسن بڑے باخدا لوگوں میں سے تھے۔ جب دارالعلوم دیوبند کا سنگِ بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے اعلان کیا کہ دارالعلوم کا سنگ بنیاد میں ایسی ہستی سے رکھواؤں گا جس نے ساری زندگی کبیرہ گناہ تو کیا کرنا کبیرہ گناہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ لوگ یہ سن کر حیران ہو گئے۔ پھر حضرت نانوتوی نے شیخ احمد حسن سے درخواست کی کہ وہ دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھیں۔

محمد احمد حسن علوی ہراج۔ تلمبہ

حضرت شیخ احمد حسن کثرت ذکر کی وجہ سے اکثر اوقات جذب کے عالم میں ہوتے تھے۔ آپ کی خدمت میں آپ کا داماد دو سال رہا اور آپ کو اس کا نام تک یاد نہ ہوا۔ جب کبھی وہ سامنے سے گزرتا تو آپ پوچھتے، ارے میاں تم کون ہو؟ وہ عرض کرتا، اللہ کا بندہ ہوں۔ آپ فرماتے کہ ارے میاں سبھی اللہ کے بندے ہیں تم کون ہو؟ وہ عرض کرتا کہ آپ کا داماد اللہ کا بندہ ہوں تو فرماتے، اچھا اچھا۔ دو سال تک یہی سوال و جواب ہوتے رہے مگر اللہ کا نام دل پر اتنا چھا چکا تھا کہ کوئی نام یاد ہی نہیں رہتا تھا۔

کافی مدّت تک

مشہور محدث، مفسر، مورخ اسلام علامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور ترین کتاب المنتظم میں کئی اہم ترین واقعات کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

محمد بن یحییٰ نامی ایک شخص فوت ہو گیا۔ اسے دفن کر دیا گیا۔ رات کو کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر قبر سے نکل کر دوڑتا ہوا اپنے گھر آ گیا۔ وہ کافی عرصہ زندہ رہا۔ لوگ اسے حاملِ کفنہ کہا کرتے تھے، یعنی جو اپنا کفن اٹھا کر لے آیا۔

اسی طرح ایک آدمی کے دفن کے بعد جب کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ زندہ ہو کر بھاگ آیا۔ پھر کافی مدت تک زندہ رہا۔ اس کے ہاں اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی عطا فرمایا۔ اس کا نام مالک تھا۔ (جلد 6 صفحہ 116)

دلائل الخیرات لکھنے والے مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کا وصال 800 میں سو برس کی عمر میں ہوا مگر 70 سال بعد ان کی میت کو مراکش لے جانے کے لیے جب قبر کو کھودا گیا تو بدن اور کفن بالکل صحیح سالم تھا۔ (مکاتیب شیخ الاسلام جلد صفحہ 231)

ایک ولی اللہ صالح خانجیو صدیقی کو گجرات کے ظالم حاکم نے پھانسی کا حکم دے دیا۔ جونہی آپ کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا گیا، آپ نے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ کا بدن زمین سے اٹھا لیا گیا اور روح پرواز کر گئی مگر جب پھندا نرم ہونے کے بعد بدن زمین سے آ لگا تو آپ کے بدن میں روح لوٹ آئی اور آپ نے کلمہ شہادت کا باقی حصہ بھی پڑھ لیا۔ (نزہت الخواطر 102/4)

مفتی جمیل الرحمٰن عباسی۔ بہاول پور

سرگودھا والے!!!!! بات تو سنیں!!!!

اب MIS کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں

حبیب الرحمٰن
مکتبہ عبداللہ بلاک 12، گرلز کالج روڈ، نزد MCB Bank
0321-6018171

MIS FOUNDATION
www.mis4kids.com

آمنے سامنے

☆ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: شمارہ 580 بہت شان دار تھا۔ غلط عقیدوں کے خلاف جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے، وہ بہت کارآمد ہے، کیونکہ آج کل اس قسم کے غلط عقیدے بہت عام ہیں۔ میرا آپ سے ایک سوال ہے۔ اگر آپ سرور مجذوب نہیں ہیں تو ان کا آج تک کوئی خط کیوں شائع نہیں ہوا۔ (بنت شمس القمر۔ میٹرو ول کراچی)

ج: انھوں نے آج تک کوئی خط لکھا ہی نہیں۔ شائع کیسے کرتا۔

☆ شمارہ 580 دیکھ کر دل خوش ہوگیا، لیکن آمنے سامنے میں خطوط پڑھے تو بے چینی محسوس ہوئی۔ دراصل بے چینی مولوی نور محمد سیال کا خط پڑھ کر ہوئی۔ ان کے یہ الفاظ، کیا اشتیاق احمد کو انتظامیہ نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے، کیا اسے کوئی پوچھنے والا نہیں، انتہائی غیر اخلاقی تھے۔ انھوں نے نام کے ساتھ مولوی تو لگایا ہوا ہے، لیکن خط پڑھ کر معلوم ہوا، وہ مولوی نہیں ہیں۔ کیا انسان سے غلطی نہیں ہوسکتی۔ اگر سرورق پر پینٹ شرٹ بنا ہی دی گئی تو کیا ہوگیا اور پھر یہ غلطی تو اشتیاق احمد کی ہے بھی یا نہیں۔ (سحر اشفاق۔ واہ کینٹ)

ج: کوئی بات نہیں! ہم نے تنقید کے دروازے کھلے رکھے ہیں۔

☆ حضرت جی! آپ خیریت سے ہی ہوں گے۔ پہلے بھی خط لکھا تھا، لیکن شائع نہیں ہوسکا۔ عرض ہے کہ پچھلا سالنامہ پڑھ کر دل حسین جذبات سے معمور ہوگیا تھا اور ہم حسرت بھری نگاہوں سے رسالے کے ظاہری حسن اور باطنی پاکیزگی کو تکتے رہ گئے تھے۔ قیاس آرائی بتاتی ہے کہ اب کی بار آنے والا سالنامہ دوگنا حسرت لے کر تشریف لائے گا۔ ایک دیر سے شائع ہونے کی حسرت اور دوسری ظاہر اور باطن کی حسرت، ہیں نا دو حسرتیں۔ (محمد عمیر بن محمد اصغر۔ گگو منڈی)

ج: آپ کا خط میرے سر کے اوپر سے گزر گیا۔ خط اتنی گہرائی میں جا کر نہ لکھیں تو بہتر ہوگا۔

☆ دل میں یہ حسرت رہی کہ ہم بھی کہانیاں اور مضامین لکھتے۔ اب یہ الٹا سیدھا خط لکھ رہے ہیں کہ چلو یہی شائع ہوجائے۔

ماشاء اللہ! پورا شمارہ خوب سے خوب تر ہوتا ہے۔ نیا ناول خاموش ہتھیار کی 7 ویں قسط پڑھنے کا موقع ملا۔ پہلی چھ نہیں پڑھ سکا۔ 572 تا 576 تک یہ شمارے اگر کوئی بھیج دے تو پڑھ کر واپس بھیج دوں گا۔ محمد شاہد فاروق سے تو یہ امید نہیں کی جاسکتی، کیونکہ وہ تو کسی کو ادھار بخار دینے پر راضی نہیں ہیں۔ البتہ ہمارے محترم استاد جمیل الرحمٰن عباسی صاحب یہ کام بخوبی کرسکتے ہیں۔ ہم ان کے نالائق شاگرد جو ٹھہرے۔ میرا پتا یہ ہے۔
(محمد ابراہیم قاسمی۔ ہائی سیکورٹی بیرکس۔ نیو سنٹرل جیل ملتان)

ج: اللہ تعالیٰ آپ کی اُمید پوری کریں۔ آمین۔

☆ ملالہ یوسف زئی ایک امریکی ڈرامہ ہے۔ اس ڈرامے میں پاکستان نیوز چینلز نے اپنا پورا پورا کردار ادا کیا ہے اور ابھی تک کر رہا ہے۔ پیسے کے آگے سچائی خاموش ہوجاتی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ پاکستانی میڈیا آزاد ہے مگر چینلز نے یہ بات ثابت کردی کہ ہمارے نیوز چینل کردار کے دھنی نہیں ہیں۔ مشکل سے چند لوگ ایسے ہوں گے جو میڈیا میں اپنا کردار منصفانہ ادا کر رہے ہیں۔ ان میں روزنامہ اسلام اور ضربِ مومن شامل ہیں۔
(اسد وڑائچ گجراتی جٹ۔ گجرات)

ج: آپ کا رونا، صحت مند رونا ہے۔

☆ شمارہ 578 سامنے ہے۔ میں چوہوں بہت پسند آئی۔ نیوز چینل روتے ہوؤں کو ہنساتا ہے۔ زخمی جاسوس اور چوتھی بار زبردست کہانیاں تھیں۔ دادا جان آپ کا ناول بہت اچھا جارہا ہے۔ عبداللہ فارانی کے قلم سے لکھے جانے والے واقعات صحابہ کے ایمان کو تازہ کرتے ہیں۔ اثر جون پوری صاحب کی نظم "یا یہ سرور مجذوب ہیں" پڑھ کر لگتا ہے کہ سرور مجذوب ہمارے ہی مدیر کا دوسرا نام ہے۔ (ماریہ عزیز میو۔ روڈو سلطان)

ج: لگنے لگانے پر کوئی پابندی نہیں۔

☆ شمارہ نمبر 578 پڑھا۔ سارا شمارہ ہی زبردست تھا۔ خاص طور پر آپ کی جو حالت دو باتیں میں تھی، وہ دیکھنے کے قابل تھی۔ اگر یہ شمارہ دو باتیں کے بغیر شائع ہوتا تو شاید قارئین کی بھی یہی حالت ہوتی۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے یہ حالت اپنے اوپر لے لی اور قارئین کو اس سے بچالیا۔ ویسے آپ کو مشورہ ہے کہ ایسے حالات میں دو باتیں سرور مجذوب سے لکھوالیا کریں۔ (محمد رمضان۔ جامع مسجد قرطبہ زنگ چوگی۔ لاہور)

ج: جی اچھا! ان سے لکھوالیا کروں گا۔

☆ پہلی بار بچوں کا اسلام میں شرکت کر رہا ہوں۔ امید ہے، خط شامل ہوگا۔ اللہ بچوں کا اسلام کو تا قیامت جاری رکھے اور اس کے لیے جو لوگ بھی کام کر رہے ہیں، ان کی محنت کو قبول فرمائے اور مدیر کی عمر دراز فرمائے۔ آمین۔ یہ خط رمضان کی جاگنے والی رات میں لکھ رہا ہوں، امید ہے، شائع کریں گے۔ (بنات عتیق الرحمٰن شاہ۔ میانوالی)

ج: جاگنے والی رات میں تو یہ کام نہ کرتیں۔

☆ مجھے بلا مبالغہ بچوں کا اسلام بہت پسند ہے۔ مجھے کہانیاں لکھنے کا بہت شوق ہے اور میرے ذہن میں تمام دن نت نئے پلاٹ آتے رہتے ہیں، لیکن جب کاغذ قلم سنبھالتی ہوں تو الفاظ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ بہت جھنجلاہٹ ہوتی ہے۔ آپ بچوں کا اسلام کے لیے اتنی محنت کرتے ہیں، اللہ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ (نادیہ سعید۔ پشاور)

ج: آپ قلم کاغذ نہ سنبھالا کریں نا!

☆ بچوں کا اسلام کے اس محبت بھرے سلسلے میں (یعنی آمنے سامنے میں) شرکت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ بچوں کا اسلام کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہے۔ جب اس کی تعریف کے لیے شایانِ شان الفاظ لکھتے ہیں تو یہ ترقی کرکے کئی منازل آگے جاچکا ہوتا ہے اور اس کے نکھار میں مزید اضافہ ہوچکا ہوتا ہے۔ اتوار کے دن جب بچوں کا اسلام کے لیے چھینا جھپٹی ہوتی ہے تو دل بہت خوش ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب ہمارے پورے علاقے میں صرف ہمارے گھر میں بچوں کا اسلام آتا تھا۔ آج یہاں بچوں کا اسلام پڑھنے والے نہ جانے کتنے ہیں۔ (حافظ عمر فاروق۔ مندہ خیل)

ج: آپ کے خیالات خوب صورت ہیں۔

☆ آپ اتنے طویل ناول کس طرح لکھ لیتے ہیں۔ حافظ عبدالجبار اور حافظ حمزہ شہزاد ہمارے پسندیدہ رائٹر ہیں، ہم نے پہلے بھی خط لکھا تھا، آپ نے شائع نہیں کیا۔ انٹرویو کے سوالات ارسال ہیں۔ اللہ بچوں کا اسلام کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

ج: قلم سے!

☆ شمارہ 579 کی دو باتیں بہت پسند آئیں۔ نیلی قمیص پہلے نمبر پر رہی اور بڑا بھائی دوسرے نمبر پر۔ ف ح بہت اچھا لکھنے لگی ہیں۔ (حفصہ ریاض۔ میاں چنوں)

ج: لکھنے لگی ہیں نہیں لکھنے لگے ہیں۔

ساہیوال ساڈا ساہیوال اے!!!!
اب MIS FOUNDATION کی تمام کتابیں اور Cd's یہاں دستیاب ہیں
حکیم سعید اللہ صاحب
السعید ہومیو اینڈ ہربل
دیپال پور بازار
0321-6950003
MIS FOUNDATION
روشنی کی نئی پہچان
www.mis4kids.com

A Product of
Young's
Choco Bliss
Hazelnut
Chocolate
Spread
FOR THE LOVE
OF CHOCOLATE
Choco Bliss
Hazelnut
Chocolate Spread
www.youngsfood.com I UAN: 111-YOUNGS